اردو کی پہلی شاعرہ لطف النسا امتیاز اور اس کا شعری کلیات: تعارف اور امتیازی خصائص

The First Urdu Poetess Lutf un Nisa Imtiaz and her Poetic Collection: Introduction and Prominent Feachers

ڈاکٹر عظمت رباب، ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو
لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور

Abstract:

An interesting study in Urdu literature is also to determine the priority of creators of different genres. That is, who is the first chronicler of Urdu Literature, the first poet, the first fiction writer, the first novelist, the first critic? Sometimes the years and even the dates are so close in them that during arguments, Researchers, Critics and Historians resort to the history of creation, the history of publication, comparative study to prove their point of view. For example, Masood Saad Salman and after him Wali is said to be the first poet. But when Dr. Syed Mohi-ud-Din Qadri Zor compiled Kulliyat e Muhammad Quli Qutb Shah, then Muhammad Quli was declared as the First Urdu poet in chronological order.

In this background, when we turn to the history of Urdu literature to determine the first Sahib-e-Diwan poetess, we do not have to face any difficulty because as Dr. Ahmad Ali Shakeel discovered and compiled Lutf un Nisa Imtiaz, published in 2004 from Hyderabad Deccan. Shafqat Rizvi had previously compiled Dewan e Mah Laqa Bai Chanda which was published in 1990 by Majlis-e-Taraqqi-e-Adab Lahore.

Kulliyat e Imtiaz was prepared in 1212 AD as Deewan e Chanda in 1213 AD. Both Poetesses belong to Deccan; their language is not familiar for today's literature reader. So realizing this point, in this research paper analysis of Killiyat e Imtiaz is presented.

Key Words:

First Urdu Poetess, 18th Century, The contents of Kulliyat e Imtiaz, Analysis of her poetry, Linguistics of Imtiaz's poetry.

https://doi.org/ 10.58932/MULC0020

اردو ادب میں ایک دلچسپ مطالعہ یہ بھی ہے کہ مختلف اصناف کے تخلیق کاروں کی اولیت کا تعین کرنا۔ یعنی اردو ادب کا پہلا تذکرہ نگار، پہلا شاعر، پہلا صاحبِ دیوان شاعر، پہلا افسانہ نگار، پہلا ناول نگار، پہلا نقاد کون ہے؟ ان میں بعض اوقات تو سنین اور یہاں تک کہ تاریخیں بھی اتنی قریب کی ہوتی ہیں کہ دلائل کے دوران محقق، نقاد اور مؤرخ اپنے نقطۂ نظر کو ثابت کرنے کے لیے کبھی تاریخِ تخلیق کا سہارا لیتے ہیں تو کبھی تاریخِ اشاعت کا، کبھی تقابلی مطالعہ سے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہیں تو کبھی مختلف کتب و واقعات کے حوالے دے کر۔ مثال کے طور پر مسعود سعد سلمان کو پہلا شاعر کہا جاتا ہے، لیکن چونکہ ان کا دیوان دستیاب نہیں تھا لہٰذا ولی کو پہلا شاعر کہا گیا۔ جب ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے محمد قلی قطب شاہ کا کلیات مرتب کیا تو زمانی اعتبار سے پہلے صاحبِ دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ قرار پائے۔

اس پس منظر میں جب ہم پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ کا تعین کرنے کے لیے تاریخِ ادبِ اردو کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں کسی زیادہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا کیونکہ جس طرح ڈاکٹر زور نے محمد قلی قطب شاہ کو پہلا صاحبِ دیوان شاعر قرار دیا اسی طرح لطف النسا امتیاز کا کلیات ڈاکٹر احمد علی شکیل نے دریافت کر کے مرتب کیا اور اسے ۲۰۰۴ء میں حیدر آباد سے شائع کرایا۔ شفقت رضوی نے اس سے قبل ماہ لقا بائی چندا کا دیوان مہ لقا بائی چندا مرتب کیا جو ۱۹۹۰ میں مجلسِ ترقی ادب لاہور سے شائع ہوا۔ تفصیلی مقدمے کے آغاز میں رضوی (1) لکھتے ہیں :

> ”اردو شاعروں کے تذکروں اور کتبِ تاریخِ ادب میں پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ ہونے کا اعزاز مہ لقا بائی چندا کو دیا گیا ہے جس کا تعلق بلحاظ پیدائش و توطن دکن سے تھا۔“

اس کے بعد شفقت رضوی نے تفصیل سے ماہ لقا کے حالاتِ زندگی اور خصوصیاتِ کلام کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ انھوں نے حالات کے ضمن میں جو دو کتابیں مدِ نظر رکھیں ان میں غلام حسین خان جوہر بیدری کی مرتبہ تاریخِ دکن موسومہ ”ماہ نامہ“ اور غلام صمدانی خاں گوہر کی ”حیاتِ ماہ لقا“ شامل ہیں۔

مہ لقا شاعری میں شیر محمد خاں ایمان کی شاگرد تھی۔ اس کا دیوان دیوان ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۸ کو مکمل ہوا جو دورانِ رقص اس نے ۱۸ اکتوبر ۱۷۹۹ کو سر جان مالکم کی نذر کیا تھا۔ اس میں ۱۲۵ غزلیں ہیں ۔ سید نصیر الدین خاں قدرت نے مرتب کیا، نو ورق کا دیباچہ لکھا جو ۱۹۰۶ میں شائع ہوا۔ چندا کی غزلیات کا عمومی رنگ طربیہ ہے۔ پہلی غزل حمدیہ ہے۔ اس کا پہلا شعر ہے:

کہاں طاقت ہے راہِ حمد میں ، جو ہو زباں گویا   کہ یاں جز عجز و خاموشی نہیں ہے یک جہاں گویا(۲)

پہلی غزل کا دوسرا شعر نعتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لکھا گیا ہے:

نہ ہو نعتِ محمد میں کسی سے محفل آرائی   بچا رکھ ہرزہ گوئی سے زباں کو شمع ساں گویا(۳)

۱۲۵ غزلوں میں سے ۱۱۸ غزلیں ایسی ہیں جن کے مقطعوں میں حضرت علیؑ کی مدح بیان کی گئی ہے۔ مثلاً یہ اشعار دیکھیے:

ناز چندا کو نہ ہو کیوں نوجوانی پر فلک   جس کو ہر دم ہے بھروسہ مرتضیٰ سے پیر کا (۴)

کرو مشکل کشا مشکل کشائی جلد چندا کی   نکلتا منہ سے ہے ہر دم یہی بے اختیاری میں (۵)

آخری غزل کا مقطع ہے:

عاجز چندا پہ بھی ہووے کرم یا مرتضیٰ   بخش دو دونوں جہاں میں تم کو سب مقدور ہے (۶)

اس کی غزل کے دیگر موضوعات میں عام طور پر نشاطیہ وطربیہ لہجہ چھایا ہوا ہے۔ وصل وطرب کے لمحات کو چندا نے شاعرانہ انداز میں بہت خوبصورتی سے بیان کیا ہے:

سوتا ہے ساتھ اپنے وہ گل عذار ہر شب   صد شکر دیکھتے ہیں کیا کیا بہار ہر شب (۷)

یہاں ہمیں محاکات نگاری کے نمونے بھی ملتے ہیں :

شب کو بغل میں تنگ تھا وہ پر حجاب خوب   دیکھا ہوں صبح آئینہ میں آب و تاب خوب (۸)

آپ گردن تو ہلا دیتے ہیں ہر بات کے وقت   یہ غضب ہے کہ مچل جاتے ہیں پھر گھات کے وقت(۹)

غم والم کے شعر کم ہیں اور اگر ہیں بھی تو ان میں وہ گہرائی نہیں ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ ہزاروں دلوں کی دھڑکن تھی اور حسین وجمیل تھیں اور یہ احساسِ دلربائی ان کی شاعری میں بھی جھلکتا ہے:

اوروں سے اگر دوستی رکھتے ہو بظاہر   باطن میں یقین ہے کہ ہمیں یاد کرو گے (۱۰)

فنی حوالے سے دیکھا جائے تو روزہ مرہ و محاورات کا استعمال عمدگی سے کیا گیا ہے۔ شیریں فرہاد، مشتری زہرہ، مہ، مہر، مانی و بہزاد، جیسے الفاظ و تلمیحات کا استعمال کیا گیا ہے۔ ساقی، جام، صیاد، نخچیر وغیرہ کو بھی عشق وعاشقی کے موضوعات بیان کرتے ہوئے استعمال کیا ہے۔

ہم جو شب کو ناگہاں اُس شوخ کے پالے پڑے دل تو جاتا ہی رہا، اب جان کے لالے پڑے (۱۱)

چندا کے مقابلے میں لطف النسا امتیاز کے حالات پر نظر ڈالیں تو ان کے حالات یا شاعری کا تذکرہ کسی بھی تذکرے میں موجود نہیں ہے ۔ہاشمی(12) نے سب سے پہلے اپنی کتاب ''اردو قلمی کتابوں کی وضاحتی فہرست'' مرتبہ ۱۹۵۷ء میں سرسری طور پر یوں تعارف پیش کیا ہے:

"امتیاز دکن کا شاعر تھا، ہم کو یہ نہیں معلوم کہ وہ کس کا شاگرد تھا، اس کا حال کسی قدیم و جدید تذکرے میں نہیں ہے ۔۔۔اختتامی شعر میں لفظ ''کنیز'' آیا ہے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ امتیاز کوئی شاعرہ ہو۔"

اس کے بعد ۱۹۶۲ء میں ہاشمی (13) ہی نے اپنی کتاب ''دکن میں اردو'' میں امتیاز کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اس دور کی خصوصیت یہ ہے کہ اس دور میں ہم کو ایک خاتون شاعرہ کا دیوان بھی ہدست ہوا ہے۔ چنانچہ اس کی صراحت کی جاتی ہے:

امتیاز: لطف النسا بیگم نام اور امتیاز تخلص تھا، حیدر آباد وطن، ماں کا بچپن میں انتقال ہو گیا، اس لیے شاہی خاندان میں پرورش ہوئی۔ اسد علی خاں تمنّاؔ سے بیاہی گئی مگر جوانی میں بیوہ ہو گئی۔ مذہبی شغف کے لحاظ سے شاہ عطاء اللہ کی مرید ہوئی اور حج سے مشرف ہوئی۔ اس کا دیوان ۱۲۱۲ھ میں مرتب ہوا ہے۔ اس میں اس نے اس امر کا تذکرہ کیا ہے کہ یہ دیوان اس نے چھتیس سال کے سِن میں مرتب کیا ہے۔ اس لیے اس کی پیدائش ۱۱۷۶ھ میں قرار پاتی ہے۔ افسوس ہے کہ اس کے مرنے کا کوئی سنہ معلوم نہیں۔ دیوان کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے جس میں اصناف سخن کے جملہ اقسام پر طبع آزمائی کی گئی ہے۔ دیوان کے علاوہ اس کی ایک ضخیم مثنوی ''گلشنِ شعرا'' سے موسوم ہے اور اس کے آٹھ ہزار شعر ہیں۔ ان سے امتیاز کی پُرگوئی کا ثبوت ملتا ہے۔ امتیازؔ کا دیوان اپنے عہد کی ایک اچھی تصویر پیش کرتا ہے۔ سماجی امور کو اجاگر کیا گیا ہے۔۔۔۔۔''

ڈاکٹر احمد علی شکیل نے کلیاتِ امتیاز میں نصیر الدین ہاشمی کے علاوہ دو اور حوالے دیے ہیں جن کے مطابق ڈاکٹر اشرف رفیع کا مضمون "امتیاز اور اس کی شاعری" اہمیت رکھتا ہے اور جامعہ عثمانیہ کی پی ایچ ڈی سکالر ڈاکٹر مہر جہاں نے امتیاز کے شوہر "اسد علی خاں تمنا: حیات اور کارنامے" میں امتیاز کا ذکر کیا ہے۔اس تحقیق کے مطابق امتیاز نے جن چھتیس برسوں کا ذکر کیا ہے وہ تمنا کے ساتھ بتائی گئی ازدواجی زندگی کے چھتیس(36) سال ہیں نہ کہ دیوان کی ترتیب یا اس کی عمر کے!

ان حوالوں کے علاوہ بنیادی تحقیق ڈاکٹر احمد علی شکیل کی ہے۔انٹرنیٹ پر جو چند ایک تحریریں دیکھنے کو ملتی ہیں وہ کلیاتِ امتیاز کے مقدمے ہی سے ماخوذ ہیں ۔(۱۴)

متذکرہ بالا محققین کی تحقیق کے مطابق لطف النسا بیگم امتیاز ایک گھریلو عورت تھی، اسد علی خاں تمنا اورنگ آبادی کی بیوی تھی۔امتیاز کے حالاتِ زندگی کا واحد ذریعہ اس کی مثنوی ہے جو اس نے اپنے شوہر کی وفات کے بعد لکھی۔اس میں امتیاز کی پیدائش سے حیدر آباد منتقل ہونے تک کے حالات ملتے ہیں ۔ان کے مطابق امتیاز کی پیدائش ۱۱۵۴ھ یا ۱۱۵۵ھ قیاس کی جاسکتی ہے۔اس سلسلے میں کلیات کے ۳(تین) اشعار ہماری راہنمائی کرتے ہیں جن میں شاعرہ کی زندگی کے ۳۶ برسوں کا ذکر کیا گیا ہے:

مرا عشق ہے سال چھتیس کا سو برباد پل میں یہ کیا ہو گیا (۱۵)

مشقت برس ہائے چھتیس کی سو یکبارگی ہائے دھوئی گئی (۱۶)

کرے نامۂ اعمال کوئی سیاہ کیا برس چھتیس اس میں تباہ (۱۷)

پہلے شعر میں تمنا کے انتقال کی طرف اشارہ ہے کہ چھتیس برس کی عمر میں وہ اپنے محبوب سے بچھڑ گئی۔ دوسرے شعر میں تمنّا کی موت کی وجہ سے مشقِ سخن سے ہاتھ دھونے کا ذکر ہے، تیسرے شعر میں شعر و شاعری کے چھتیس برس تباہ ہونے کا تذکرہ ملتا ہے۔ان اشعار کے مطالعے اور حقائق سے اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اس نے چھتیس برس کی ازدواجی زندگی گزاری۔تمنا کا انتقال ۱۲۰۴ھ میں ہوا۔1204ھ سے چھتیس سال منہا کریں تو امتیاز اور تمنّا کی شادی کا سال 1168ھ قرار پاتا ہے۔اس زمانے کی تہذیب کے مطابق لڑکیوں کی شادی تیرہ چودہ سال کی عمر میں کردی جاتی تھی۔اس حساب سے 1168ھ سے تیرہ چودہ سال پیچھے جائیں تو امتیاز کا سالِ پیدائش 1154ھ یا 1155ھ متعین کیا جاسکتا ہے۔

اس کا تعلق ایک بڑے گھرانے سے تھا۔ پیدائش کے سوا سال بعد ماں کا انتقال ہو گیا، باپ نے بھی رخ موڑ لیا۔ خاندان کے کسی فرد نے پرورش کی ذمہ داری قبول نہ کی تو ایک لاولد رئیس نے اسے گود لے لیا اور اس کی پرورش بہت ناز و نعم سے کی۔ پانچویں سال میں بسم اللہ کی رسم کو بھی امتیاز نے اپنی مثنوی میں بیان کیا ہے۔ ابتدا ہی سے شعر و شاعری سے شغف تھا، پھر حسنِ اتفاق سے جس شخص سے شادی ہوئی وہ استادِ سخن اسد علی خاں تمنا اورنگ آبادی تھے۔ یوں شاعری کی آبیاری ہوتی رہی۔ امتیاز نے جہاں کہیں اپنے محبوب کا ذکر کیا ہے اس کے پس پردہ اس کے شوہر تمنا ہیں۔ وہ لاولد تھی جس کا ذکر اس نے مثنوی میں کیا ہے۔ شادی کے چھتیس برس بعد تمنّا کی وفات ہوئی تو اس کی دنیا تاریک ہو گئی۔ وہ اس غیر متوقع صدمے سے شدید بیمار ہو گئی، غمِ جاناں اور غمِ دوراں کے پیشِ نظر وہ حیدرآباد منتقل ہو گئی۔ ان دنوں نظام علی خاں آصف جاہ ثانی سلطنت پر متمکن تھے، امتیاز کے کلیات میں ان کے قصائد ملتے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید ان کی رسائی دربار تک تھی۔ ان کا انتقال کب ہوا؟ اس کا پتا نہیں چل سکا تاہم ان کا کلیات، تاریخ میں ان کا نام زندہ رکھنے کو کافی ہے۔ امتیاز نے اس عہد میں اپنا کلیات ترتیب دیا جب خواتین کسی شعبے میں آگے نہیں آئی تھیں۔

چندا اور امتیاز کی عمروں میں پچیس (۲۵) سال کا فرق ہے۔ چندا کو ہمیشہ روسا و امرا کی سرپرستی و صحبت حاصل رہی۔ اس نے ساری زندگی شاعری اور مجروں میں گزاری، بہت دولت کمائی۔ اپنی زندگی کے ساٹھ سال چھ درباروں میں گزارے۔ تاحیات غیر شادی شدہ رہی۔ بے شمار جاگیریں اور دولت تھی، اس نے اپنا دیوان بھی راجہ راؤ رنبھا کی فرمائش پر مرتب کیا۔ راجا راؤ رنبھا کو شعر و سخن اور رقص و سرود سے بہت دلچسپی تھی۔

امتیاز چندا سے پچیس سال پہلے پیدا ہوئی۔ اس کی ولادت کے کچھ مہینوں بعد ہی ماں کا انتقال ہو گیا اور باپ نے بھی اس سے منہ موڑ لیا۔ کسی لاولد رئیس نے اس کی پرورش کی، بہترین تعلیم و تربیت کا انتظام کیا، شعر گوئی کی طرف وہ بچپن ہی سے مائل تھی۔ پھر جب تمنّا سے شادی ہوئی تو اپنی شاعری کے نوک پلک سنوارنے اور نکھارنے کا اسے پورا پورا موقع ہاتھ آیا۔ قدرت نے امتیاز کی شاعری کو پھلنے پھولنے کے لیے سارے مواقع فراہم کیے تھے۔ اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ شاہانہ علمی ماحول اس پر رفیقِ حیات بھی ملا تو فنِ شعر گوئی میں مسلم الثبوت استاد۔ اس کی نجی زندگی پرسکون اور خوشحال تھی۔

امتیاز کی زندگی میں تمنا کے علاوہ کوئی اور مرد نہیں تھا۔ وہ ایک شریف النفس، اعلیٰ اقدار کی حامل پردہ نشین، خانہ دار اور شوہر پرست خاتون تھی۔ اس نے اپنی ازدواجی زندگی کے دن کامیابی کے ساتھ گزارے، اپنی نجی

زندگی کی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے اس نے شاعری کی اور کسی صلہ یا ستائش کی تمنا کے بغیر ۲۱۶۰ اشعار پر مشتمل اپنا کلیات مرتب کیا، یہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔۱۲۱۲ھ میں کلیات ترتیب دیا، اس کا ذکر ایک شعر میں یوں کیا ہے:

ہیں تعداد ابیات دیوان جو ہوئے دو ہزار ، ساٹھ اور ایک سو

کیا سن ہے ہجری کو جب میں عیاں ہوئے یک ہزار دو سو پہ بارا ہے جاں (۱۸)

اپنے شوہر کے ساتھ گزارے ہوئے دن ہی اس کے خوشحالی اور خوشگواری کے دن تھے۔اس قسم کے اشعار میں شوخی اور چنچل پن ملتا ہے:

بعد از جو سلاموں کے ، گلے آکے لپٹ گئے تب دل کو لیے چھین، دیکھا عین عنایات(۱۹)

جب آ لگتا گلے سے امتیازؔ اٹکھیلیاں دیکھلا بیاں وو کیا کروں پیارے، میں تیری مہربانی کا(۲۰)

اک روز گلے شوخ کے لگ، بوسہ لیا میں شرما کے کہا بس، مجھے اب جان نہ چھیڑو(۲۱)

تمنا کی وفات کے بعد رنگِ تغزل بدل جاتا ہے۔اب اس میں غم، دکھ، درد، الم اور یاس کی کیفیت پائی جاتی ہے۔

میں سوزِ ہجر لکھوں ، جس گھڑی تڑپ ، دل کی قلم کا چاک ہو سینہ ، کرے فغاں کاغذ (۲۲)

امید ہے ، کہ قبر پر آ کر میری ، کبھی شائید ، کہ چادر اپنی بنا کر اوڑھائے ، گُل (۲۳)

دل کی تڑپ کے نقشہ کو کیوں کر رقم کروں تشبیہ برق ، صورتِ بسمل ، صنم کروں (۲۴)

تمنا کے انتقال کے بعد وہ حیدر آباد منتقل ہو گئی اور نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے دربار سے وابستہ ہو گئی۔

کلیاتِ امتیاز کے مرتب ڈاکٹر احمد علی شکیل نے اس کے حالاتِ زندگی خود نوشت سوانح عمری سے اخذ کیے ہیں۔اس کا واحد قلمی نسخہ کتب خالہ سالارِ جنگ میں موجود ہے۔

اس کلیات میں ۱۸۵ غزلیات ہیں جن میں سے ۷ نا مکمل ہونے کی صورت میں ۱۷۸ مکمل غزلیں ، ۸ قصیدے، ایک مثنوی، ایک عرضی، نثری عبارت ۵ منقبت اور ایک فارسی قطعہ شامل ہے۔کل اشعار کی تعداد مرتب نے ۲۱۶۰ بتائی ہے۔ان کے مطابق یہ کلیات ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا جس سے اس کی

اولیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا واحد قلمی نسخہ کتب خانہ سالار جنگ، حیدرآباد میں ہے جس کی تفصیل مُدَوِّن نے یوں درج کی ہے:

نسخہ نمبر: ۱ داخلہ نشان:۵۳۶ دواوین نمبر: ۳۸

تعداد اشعار: ۲۱۶۰ مسطر: ۱۵سطری سائز:ساڑھے چھ اور ساڑھے دس انچ

تعداد صفحات: ۱۵۶ خط: نستعلیق کاغذ: دیسی

اس میں ترقیمہ کی عبارت درج ذیل ہے(25):

"تمت تمام شد

در شہر حیدر آباد بتاریخ

پنجم جمادی الثانی ۱۲۲۳ ہجری نبوی صلعم

نوشتہ شدہ مہر

سید محمد علی ۱۲۲۳ھ

خان بہادر"

اس کلیات کی تدوین کرتے ہوئے شکیل(26) نے درج ذیل طریق کار بیان کیا ہے:

"زبان کی قدامت کے ساتھ ساتھ املا کو ایک دوسرے لفظوں کو ملا کر لکھا گیا ہے، بعض جگہ اشعار نامکمل ہیں، کہیں کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے، کہیں اوزان میں بے اعتدالی پائی جاتی ہے، اکثر جگہوں پر قافیے کی الجھنیں ملتی ہیں۔

۱۔ مروجہ املا کے مطابق کتابت میں پائی جانے والی غلطیوں کو حاشیہ میں درست کر دیا گیا ہے۔

۲۔ ہائے مخلوط کو ہائے ہوز سے لکھا گیا ہے جیسے تہا(تھا)، پہر(پھر)بہی(بھی)، مجہ(مجھ)، تجہ(تجھ)، وغیرہ۔ متن میں جہاں "ہ" اور "ھ" کو خلط ملط کیا گیا ہے وہاں اس کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۳۔ ک اور گ میں ایک ہی مرکز لگایا گیا ہے مثلاً مکر(مگر)، اکر(اگر)، کل(گُل)، تدوین کے وقت 'ک' اور 'گ' کا مروجہ املا استعمال کیا گیا ہے۔

۴۔ نون ساکن کو منقوط لکھا گیا ہے جیسے یون(یوں)، مین(میں)، یہان(یہاں)، صوتی لحاظ سے ان کو درست کیا گیا ہے۔

۵۔ حروف ٹ، ڈ، ڑ کے لیے چار نقطے دیے گئے تھے، اس قدیم طریقہ کے بجائے ط کا نشان لگا دیا گیا ہے۔

۶۔ اکثر مقامات پر الفاظ کو گتھا کر لکھا گیا ہے جیسے ہوشمین(ہوش میں)، زبانسی (زباں سے)، چاندنمیں (چاندنی میں)، جہانمیں (جہاں میں)، اس طرح کی کتابت کو علاحدہ علاحدہ لکھ دیا گیاہے۔

۷۔ دیوان میں پیش کی حرکت کے لیے واو سے ظاہر کیا گیاہے جیسے اوس(اس)، اودھر (اُدھر)، اون (اُن)۔اس کے لیے ہم نے شعر میں جو صوتی شکل باندھی گئی ہے اس کی صراحت حاشیہ میں کر دی ہے۔

۸۔اکثر مقامات پر یھاں(یہاں)، وھاں(وہاں)، نئیں (نہیں)، کئیں (کہیں) بھی لکھا گیاہے اور جب اشعار میں صوتی شکل استعمال کی گئی ہے جو یھاں، وھاں، نئیں وغیرہ کی گنجائش فراہم کرتی ہے ہم نے اس کی بھی حاشیہ میں صراحت کر دی ہے تاکہ اشعار کی قرأت میں دشواری اور وزن میں کوئی فرق نہ ہو۔

۹۔دیوان میں بعض مقامات پر مکمل ''کے'' کے بجاے کاف بیانیہ ''کہ'' کا استعمال ہوا ہے۔ہم نے مروجہ املا کے مطابق اس کو بھی درست کر دیاہے۔

۱۰۔کاتب نے بعض مقامات پر بعض الفاظ کا غلط املا لکھ دیاہے یاتوڑ موڑ کر یا پھر حروف میں اضافہ کر دیاہے جیسے تعذیر (تعزیر)، مزبوط (مضبوط)، مطانت (متانت)، سمبھال (سنبھال) اور اضافت کے بجاے یاے معروف لکھ دی گئی ہے ۔ ان تمام اغلاط کو بھی درست کر دیا گیاہے اور حاشیہ میں اس کی نشان دہی کی گئی ہے۔

۱۱۔''وہ'' کے لیے وو لکھا گیاہے اس کو من وعن قائم رکھا گیاہے۔

۱۲۔کتابت میں تعقیدِ لفظی اور نقطوں کے غلط استعمال کی وجہ سے شعری حسن مجروح ہوا ہے جس کو دورانِ تدوین درست کر دیاگیاہے۔

قدیم مخطوطہ کی تدوین میں جن امور کا خیال رکھا جانا چاہیے اس کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔اس کے باوصف کہیں کہیں حذف وترمیم کی گنجائش ہو گی۔ خصوصیت کے ساتھ شعری تدوین (کلیات) میں اس امر کا لحاظ رکھا جا سکتاہے کہ شاعر کے نفسِ مضمون کو قریب الفہم بنا کر پیش کیا جا سکے۔ اس مرحلہ پر مقدور بھر کوشش کی گئی ہے تاکہ اس تدوین سے ''کلامِ امتیاز' کا حسن برقرار رہے۔''

ڈاکٹر احمد علی شکیل کی تدوین کی خصوصیات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ یہ اس مقالے کا براہِ راست موضوع نہیں ہے، ہم امتیاز کی شاعری کی خصوصیات اور ان کے لسانی مطالعے تک ہی محدود رہیں گے۔

لطف النسا امتیاز نے ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔ مثنوی کے علاوہ قصیدہ جات، مخمسات، مسدسات، قطعات، رباعیات، فرد، مثمن، منقبت، عرضی، مقفیٰ و مسجع نثری عبارت، فارسی غزل و قطعہ بھی شاملِ دیوان ہے جس کے مطالعہ سے اس کی علمی استعداد کا پتا چلتا ہے۔ اولین شاعرہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک قادر الکلام اور پر گو شاعرہ ہے جس نے اپنے آپ کو صرف غزل گوئی کی حد تک محدود نہیں رکھا بلکہ پہلے صاحبِ دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ کی طرح اس نے اردو شاعری کی کئی اصناف ہر صنف میں طبع آزمائی کرتے ہوئے اپنا کلیات یاد گار چھوڑا۔

ردیف الف کی پہلی غزل کا آغاز حمد سے ہوتا ہے:

برحق ہے خدا وند جو توں، کون و مکاں کا کہہ کن فیکوں ، جلوہ کیا رازِ نہاں کا

کیا تاب زباں کو کہ ، جو اوس بھید سے کچھ بھی شمہّ ہی کرے واز ، حقیقت کے بیاں کا (۲۷)

تیسرے شعر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت بیان کی گئی ہے:

پھر ذاتِ محمد کی ثنا ، اور دلیلیں چاہے کہ کہے ، کچھ نہیں مقدور زباں کا

امتیاز کی ، امید قوی آپ سے ، اتنی مقصد ہی برآوے مگر ، اس جانفشاں کا (۲۸)

عشق و محبت

اگر لطف النسا امتیاز کے کلیات کے موضوعات پر نظر ڈالیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ عشق و محبت کا موضوع نمایاں ہے اور اس کی مناسبت سے دیگر موضوعات ملتے ہیں۔ مثلاً محبوب کے حوالے سے گل و بلبل کے استعارے اور خمریات یعنی شراب، ساقی، مینا کے متعدد اشعار کلیات میں ملتے ہیں:

اگر گل رو مرا جا کر ، چمن کو منہ نہ دکھلاتا نہ بلبل شور میں آتی ، نہ غنچہ چاک ہو جاتا (۲۹)

ساقی و مئے مہیا ، محفل ہے عاشقوں کی میرا ہی ، کچھ ذرا سا، مذکور ہو رہا تھا (۳۰)

عشق و محبت کے استعارے استعمال کرتے ہوئے شیریں فرہاد، لیلیٰ مجنوں اور سلیمان و بلقیس کا تذکرہ شاعرہ کا محبوب موضوع ہے۔

اگر شیریں ، کبھی فریاد کو ، کچھ لطف دیکھلاتی
شتابی ، چیر سر تیشہ سے ، مرنامی نہ کہلاتا(۳۱)

سُن میرا شورِ جنوں ، صحرا میں رو رو دوڑ کر
پاؤں پڑ رہ گر گئے میں ، قیس اور فرہاد چُپ(۳۲)

وو مشاطہ نے جب آ کے سنائے ، فوت شیریں کی
وہیں سر چیر، تیشہ سے کہا فرہاد ، یا قسمت (۳۳)

وہ محبوب کو گل فام، گل رو، گل عذار، رنگیلا، چھبیلا، رسیلا، سجیلا، خوش اندام، حور لقا، پری رُو، پری رخ، پری وش جیسے القابات سے پکارتی ہیں:

گلشن میں ، گزر جب مرا گلفام ، کرے گا
بلبل ، بخدا گل کو ، یہ پیغام کرے گا

ہے کیسا مرا حور لقا ، وہ پری رو
کیا بخت ہو ، جو ایسا گل اندام کرے گا (۳۴)

لیا گُل رونے میرے ، جب جمائی آ کے ، گلشن میں
ہزاروں پھر تو غنچوں کے چمن میں ، چٹکیا بجیاں(۳۵)

کیا مرا حور منش ماہ لقا جانی ہے
سب پری رووں میں جو مہرِ درخشانی ہے (۳۶)

تاہم یوں بھی ہوتا ہے کہ روایتی وفا پرستی کے برعکس محبوب سے باز پرس کا عنصر بھی امتیاز کی شاعری میں ملتا ہے۔وہ محبوب سے استفسار بھی کرتی ہیں اور اس حوالے سے طعنے بھی ان کی شاعری میں پائے جاتے ہیں:

راست کہہ، رات ترا کس نے مزہ لوٹا تھا
بند قبا کے تھے کھلے، ہار گلے توٹا تھا

سرمہ آنکھوں میں کھلا ، پیچ ہیں چیرے کے کھلے
سٹ پٹاتے ہو، گلے کن نے لگا ، گھُوٹا تھا (۳۷)

سرخی ، پانوں کی جو پھیلی، دھڑی سرمہ ہے ملا
رسمسا ہو کے ، گلے کس کے لگا تھا ، کیا تھا

چس رہی ، چولی ہر ایک جا سے ، لجاتی آنکھیں
نہیں دامن تیرا ، چولی سے جدا تھا ، کیا تھا

امتیازؔ، سامنے قسمیں ہے وہ کھاتا ، جھوٹی
کل ، جو گلشن میں ملا غیر سے ، کیا تھا ، کیا تھا(۳۸)

پھولوں اور نگینوں کا تذکرہ:

امتیاز کی شاعری میں رنگ برنگ پھولوں کا تذکرہ بھی مختلف حوالوں سے ملتا ہے:

کر لباسِ زعفرانی ، سر پہ سجا دستارِ سرخ بن گلِ رعنا سا ، آتا ہے ترا جلاد چُپ (۳۹)

آہ کڑک برق طرح ، اشک برس جیئوں نیساں صدفِ چشم میں آ کر ، درِ شہوار بنا (۴۰)

کہاں ، عقیق یا مرجان ، اوس کو پہنچے ہے جو کچھ ہے ، اوس کے لبِ لعل جاں فزا کا رنگ (۴۱)

صیاد، صید و بسمل:

اسی طرح صیاد، صید، بسمل کے موضوعات پر مشتمل اشعار کی کثرت ہے:

تڑپ کر جان دیتا ہے ، ارے قاتل ، ذرا آ جا ہے رخصت کوئی دم میں ہائے یہہ بسمل، ذرا آ جا(۴۲)

لگتے ہی تیر مژہ ، دل ہائے بسمل ہو گیا کیا صفائی سے ، جہاں میں ، یار قاتل ہو گیا (۴۳)

چھوڑ دے صیاد ہم کو ، ورنہ توڑیں گے قفس فصلِ گل یوں مفت جاوے اور رہے باقی ہوس (۴۴)

اہل بیت سے عقیدت:

حضرت علیؑ سے محبت و عقیدت کا اظہار امتیاز کی غزلیات اور مناقب میں جا بجا ملتا ہے۔ وہ شفاعت کے حوالے سے ہو، زیارت کی خواہش پر مشتمل ہو یا نجف اشرف کی تقدیس کا حوالہ ہو، ایک سرشاری کی کیفیت ان کے یہاں دکھائی دیتی ہے۔ اس بارے میں ان کے عقاید بہت واضح ہیں:

امتیازؔ، اب ترا لقب ، ہم نے جاں فدائے ابو تراب، کیا (۴۵)

بولا لو اب نجف میں ، امتیازؔ ہے یا علی مضطر دیکھاو، اب کرم سے اُس کے تیئں ، ہر دم مزار اپنا(۴۶)

امتیازؔ آن پھسا ، اوس کو چھڑاؤ والی درد و غم ، دل کو مرے ، شاہِ خراساں گھیرا (۴۷)

امتیازؔ ، اب یاد کر درد و الم ، حسنین کا ماتمی ہو کر ہمیشہ ، سر کو دائم کوٹنا

سن لیجیے التماس ، شہنشاہِ بوتراب لیئو کھینچ اب نجف میں ، رکھے ہو یہاں ، عبث (۴۸)

جلدی سے ، امتیازؔ کرے یا حسین ، جا کعبہ ، مدینہ اور نجف ، کربلا ، کی سیر (۴۹)

ہر گھڑی ، ہر آن ، دل میں امتیازؔ، اب یاد کر	واقعہ کو کربلا کے لا نظر میں ، کر خروش(۵۰)

تجھے چھوڑاویں گیں ، محشر میں امتیازؔ، علی	تو اوس جناب میں ، ہو دل سے خاکِ پا، مزبوط (۵۱)

یہ آرزو ہے ، پہنچ امتیازؔ میں ، وو زمیں	جو جا کے دیکھوں ، محرم میں ، کربلا کا رنگ (۵۲)

مشکل کشا سا والی ، ہے امتیاز تیرا	ہے وقت مشکلی کا ، مشکل کشائیاں ہیں (۵۳)

یہی ہے یا علی اب تو ، نجاتِ امتیازؔ اتنی	نجف میں اپنے قدموں پاس، یاشہ اس کو گڑوائو(۵۴)

تہواروں کا تذکرہ:

امتیاز نے ہولی جیسے مقامی تہوار پر بھی غزل کہی ہے جو ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب ایک حوالہ ہے۔ ایک غزل کی ردیف ہی ہولی ہے:

دکھلائے کس مزے سے اب کے بہار ہولی	کھیلے ہیں سب جمع ہو کیا گلعذار ہولی

سارے پری رُخاں مل کیسی مچائیں دھومیں	رنگ زرد و سرخ لے کے کھیلیں نگار ہولی

سونے کی تھالیوں میں رکھ کر عبیر و ابرک	بھر موٹھیاں ہی پھینکیں کر ہی پکار ہولی (۵۵)

عظمتِ انسانی:

جہاں پہونچا ہے یہ خاکی، کریں جرأت اگر بے شک	فرشتوں کے، وہاں پائوں مقرر ہے، پھسل جاویں (۵۶)

امتیاز کی زبان اٹھارویں صدی کے آخری دہے کی زبان ہے اور رسم الخط بھی قدیم طرز کا ہے۔ستے(سے)، ایتی (اتنی)، نپٹ(زیادہ)، دھووے گا(دھوئے گا)، کُئی (کوئی)، منھ(منہ)، یہہ (یہ)، ٹک(ذرا)، چہتے(چاہتے) آنار (انار)، دیکھاتی(دکھاتی)، پھسا(پھنسا)، کئیں (کہیں)، خونی(خونیں)، ایتی (اتنی)، لوہو(لہو)، لاکن، سریکا(جیسا)، پہونچنے (پہنچنے)، دونو(دونوں)،اونے(اس نے)، چھوپاوے(چھپائے)، لٹ پٹ(لت پت)، کنتیں(کے تئیں) تلاش (تلاش)،اومنڈ کر(امڈ کر)، سمبھال(سنبھال)، نمط(طرح)، پلکھیں(پلکیں)،دھونڈے(ڈھونڈے)، لوہو(لہو)،ٹک،ٹکھ(ذرا)

فکری اور فنی حوالے سے کلیاتِ لطف النسا امتیاز کا یہ مطالعہ دلچسپی کا حامل ہے۔ اس کے مطالعے سے ادب کی تاریخ میں اردو کی اولیں شاعرہ کا تعین ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انیسویں صدی کی لسانیات اور زبان و بیان کے بارے میں معلومات ملتی ہیں۔ یوں تاریخی طور پر لطف النسا امتیاز اردو ادب کی پہلی خاتون شاعرہ قرار پاتی ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ رضوی، شفقت، مرتب(1990ء)،دیوانِ مہ لقا بائی چندا،لاہور، مجلس ترقی ادب، ص۱

۲۔ ایضاً، ص۹۳

۳۔ ایضاً ص۹۳

۴۔ ایضاً، ص۹۴

۵۔ ایضاً، ص۱۳۵

۶۔ ایضاً، ص۱۵۴

7۔ ایضاً، ص۱۰۰

۸۔ ایضاً ص۱۰۰

۹۔ ایضاً، ص۱۰۱

۱۰۔ ایضاً، ص۱۴۶

۱۱۔ ایضاً، ص۱۵۰

۱۲۔ شکیل، احمد علی، مرتب(2004ء)، کلیاتِ امتیاز، لطف النسا امتیاز، حیدرآباد، او۔ ایس۔ گرافکس، نارائن گوڑہ، ص۱۲

۱۳۔ ہاشمی، نصیر الدین،(1985ء)دکن میں اردو ، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ص۴۴۱

۱۴۔https://www.rekhta.org/poets/lutfunnisa-imtiyaz/ebooks?lang=ur
https://ur-pk.facebook.com/347183172073691/posts/846410618817608/
https://dunya.com.pk/index.php/special-feature/2017-07-24/19150

https://stkhalid1500.wordpress.com/2020/04/17/

۱۵۔ شکیل، احمد علی، مرتب(2004ء)، کلیاتِ امتیاز، لطف النساامتیاز، حیدرآباد، او۔ ایس۔ گرافکس، نارائن گوڑہ،، ص۱۵۷

۱۶۔ ایضاً ص۱۵۷

۱۷۔ ایضاً، ص۱۶۰

18۔ ایضاً، ص۱۶۱

۱۹۔ ایضاً، ص۵۴

20۔ ایضاً، ص۴۰

21۔ ایضاً، ص۱۰۲

۲۲۔ ایضاً، ص۶۲

23۔ ایضاً، ص۸۴

24۔ ایضاً، ص۸۸

۲۵۔ ایضاً، ص۱۱

26۔ ایضاً، ص۳۰

۲۷۔ ایضاً، ص۳۱

۲۸۔ ایضاً، ص۳۱

۲۹۔ ایضاً، ص۳۱

۳۰۔ ایضاً، ص۴۳

۳۱۔ ایضاً، ص۳۱

۳۲۔ ایضاً، ص۵۲

۳۳۔ ایضاً، ص۵۶

۳۴۔ ایضاً، ص۳۵

۳۵۔ ایضاً، ص۹۵

۳۶۔ ایضاً، ص۱۱۷

۳۷۔ ایضاً، ص ۳۲

۳۸۔ ایضاً، ص ۴۶

۳۹۔ ایضاً، ص ۵۲

۴۰۔ ایضاً، ص ۴۴

۴۱۔ ایضاً، ص ۸۳

۴۲۔ ایضاً، ص ۴۲

۴۳۔ ایضاً، ص ۴۷

۴۴۔ ایضاً، ص ۳۷

۴۵۔ ایضاً، ص ۳۳

۴۶۔ ایضاً، ص ۳۴

۴۷۔ ایضاً، ص ۳۷

۴۸۔ ایضاً، ص ۵۸

۴۹۔ ایضاً، ص ۶۷

۵۰۔ ایضاً، ص ۷۴

۵۱۔ ایضاً، ص ۷۷

۵۲۔ ایضاً، ص ۸۳

۵۳۔ ایضاً، ص ۹۰

۵۴۔ ایضاً، ص ۱۰۴

۵۵۔ ایضاً، ص ۱۲۹

۵۶۔ ایضاً، ص ۹۶

References:

(1) Rizvi, Shafqat, Muratib, (1990), Dewan-e-Mahlaqa Bai Chanda, Lahore, Majlis-e-Taraqqi-e- Adab, P 1
(2) Ibid, P 93
(3) Ibid, P 93

(4) Ibid, P 94
(5) Ibid, P 135
(6) Ibid, P 154
(7) Ibid, P 100
(8) Ibid, P 100
(9) Ibid, P 101
(10) Ibid, P 146
(11) Ibid, P 150
(12) Shakeel, Ahmad Ali, Murattab (2004), Kulyat e Imtiaz, Lutf-un-Nisa Imtiaz, Haider Abad, O-S-Graphics, Narain Gorah, P 12
13-Hashmi, Naseer-ud-Din (1985), Dakkan mein Urdu, New Dehli: Taraqqi Urdu Bureau P 441
14- https://www.rekhta.org/poets/lutfunnisa-imtiyaz/ebooks?lang=ur
https://ur-pk.facebook.com/347183172073691/posts/846410618817608/
https://dunya.com.pk/index.php/special-feature/2017-07-24/19150
https://stkhalid1500.wordpress.com/2020/04/17/
15- Shakeel, Ahmad Ali, Murattab (2004), Kulyat e Imtiaz, Lutf-un-Nisa Imtiaz Haider Abad, O-S-Graphics, Narain Gorah P 157
16-Ibid
17- Ibid, P 160
18- Ibid, P 161
19- Ibid, P 54
20- Ibid, P 40
21- Ibid, P 102
22- Ibid, P 62
23- Ibid, P 84
24- Ibid, P 88
25- Ibid, P 11
26- Ibid, P 30
27- Ibid, P 31
28- Ibid, P 31
29- Ibid, P 31
30- Ibid, P 43
31- Ibid, P 31
32- Ibid, P 52
33- Ibid, P 52

34- Ibid, P 35
35- Ibid, P 95
36- Ibid, P 117
37- Ibid, P 32
38- Ibid, P 46
39- Ibid, P 52
40- Ibid, P 44
41- Ibid, P 83
42- Ibid, P 42
43- Ibid, P 47
44- Ibid, P 73
45- Ibid, P 33
46- Ibid, P 34
47- Ibid, P 37
48- Ibid, P 58
49- Ibid, P 67
50- Ibid, P 74
51- Ibid, P 77
52- Ibid, P 83
53- Ibid, P 90
54- Ibid, P 104
55- Ibid, P 129
56- Ibid, P 96